ARMAGHAN

VOLUME 4 2023 (JUNE)

ISSN (Print): 2707-6288 | **ISSN (Online):** 2788-8255

Journal Homepage: http://armaghan.wum.edu.pk

جدید تنقیدی مباحث:بحوالہ خصوصی اردو ادب:ماحولیاتی تناظر

Modern Critical Debates: With Reference to Urdu Literature: Environmental Perspectives

نوشین قمر،

وزٹنگ لیکچرر،فاطمہ جناح ویمن یونی ورسٹی،راولپنڈی

Nosheen Qamar,

Visiting Lecturer, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi

Abstract:

It will not be wrong if the twenty-first century is called the century of "Theory". For the reader/student of literary criticism, this period is the period of evaluating literature under Theory. Criticism in literature, which came wearing the cloak of Western terms, has become so rich that it seems useless to study any text without them. In modern critical debates, environmental criticism has emerged as a new theory. Contrary to its contemporary critical debates, it raises new questions by making the Natural environment the subject of deep problems. In the article under review, the theory of environmental criticism will be discussed specially while reviewing the selected critical debates. In this context, Dr. Aurangzeb Niazi's new book *Urdu Adab : Maholeyati Tnazer* will be reviewed which is considered to be one of the founders of this new critical theory in Urdu literature.

Keywords:

Criticism, Modern Theories, Urdu Literature, Theory, Ecocriticism, Aurangzeb Niazi.

© 2023 The Authors, Published by WUM. This is an Open Access Article under the Creative Common Attribution Non Commercial 4.0.

جدیدیت اور تنقید کی اصطلاحات اتنی ہی پرانی ہیں جتنی انسانی زندگی کے زمین پر قدم رکھنے کی تاریخ۔ سوالات نے جنم لیا۔ جوابات تلاشنے کی تگ و دو شروع ہوئی۔ زندگی رینگتے رینگتے گھٹنوں کے بل چلنے لگی۔ وقت اور ضرورت کے تحت اپنے پیروں پر کھڑی زمین و آسماں کو زیر کرنے لگی۔ آج وہ ٹیکنالوجی کی بدولت دوڑ رہی ہے۔ ادب کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ درپیش ہے۔ کہیں بچے کے منہ سے نکلنے والی پہلی غاں ہو، دیوار پر لکھی جانے والی آڑی ترچھی لکیریں، پتوں پر لکھی جانے والی کوئی تحریر یا پھر ہاتھ سے لکھا کوئی نسخہ۔ کاغذ کا سفر طے کرتے کرتے آج سکرین پر منتقل ہو چکا ہے۔ ادبی متون جو روایتی تنقید کی ذیل میں پرکھے جاتے تھے جدید تنقیدی مباحث نے انھیں "تھیوری" کی شکل میں دیگر سماجی علوم سے جوڑ دیا ہے۔ تھیوریز کے بڑھتے ہوئے رجحان نے متن کی قرات اور اس کے معنی و مفہوم کو بدل دیا ہے۔ اردو ادب میں تھیوری کا استعمال بیسویں صدی میں ساٹھ کی دہائی کے بعد ہوا۔ مغربی ادب سے تھیوریز کو مستعار لیتے ہوئے اردو ناقدین نے انھیں ادب میں برتنا شروع کیا۔ تھیوری ادب کو سمجھنے کا ایک نظریہ ہے۔ یہ نظریات متن کو سمجھنے میں ایک طریقہ کار فراہم کرتے ہیں۔ اس طریقہ کار میں ہر نظریے کی ذیل میں کچھ فریم ورکس بھی بنائے گئے ہیں۔ متن کو اس مخصوص فریم ورک کے تحت پرکھنے سے اسی متعلقہ نکتے تک با آسانی پہنچا جا سکتا ہے جس کی ہمیں تلاش ہو۔ جدید تنقیدی مباحث میں جدیدیت، مابعد جدیدیت، لسانیاتی مباحث، ردتشکیلیت، نفسیاتی تنقید، مارکسی تنقید، ساختیات، پس ساختیات، تانیثیت، نو آبادیات، مابعد نو آبادیات وغیرہ شامل ہیں۔ اردو میں انھیں قبولنے، ادب کا حصہ بنانے والے بھی موجود ہیں اور ان کے خلاف آواز اٹھانے والے بھی۔ یوں ادب کے تنقیدی میدان میں ایک بحث جاری ہے۔ گنتی کے چند نام با قاعدہ طور پر اس ڈسپلن کو اختیار کرتے ہوئے مسلسل اس میدان میں نئے اضافے کر رہے ہیں۔ (قاسم یعقوب کا مقالہ بعنوان "اردو تنقید اور نئے تنقیدی میلانات "اس موضوع کا بالترتیب احاطہ کرتا ہے۔ جس میں ابتدا سے لے کر اب تک کے بدلتے تنقیدی منظر نامے کو سمجھا جا سکتا ہے۔) یہاں اردو کی تنقیدی روایت کا پس منظر بیان کرنا، تنقیدی مباحث کا تعارف پیش کرنا یا پہلے سے دوہرائی جانے والی وضاحتوں کے حوالے دینا مقصود نہیں ہے۔ اس پر ہمارے ناقدین کئی مقالے اور کتب تحریر کر چکے ہیں۔ زیر نظر مقالے کی بحث جدید تنقیدی مباحث میں نیا اضافہ کرنے والے نظریے ماحولیاتی تنقید اور اس کی ذیلی شاخوں کا تعارفیہ ہے۔ ماحولیاتی تنقید اپنے ہم عصر تنقیدی مباحث کے برخلاف زمینی مسائل اور طبعی ماحول کو موضوع بناتے ہوئے نئے سوالات کو جنم دیتی ہے۔ انسان نے کس طرح ماحول کو نقصان پہنچایا؟ ماحول کن وجوہات کی بنا پر انسان کے لیے سازگار نہیں رہا؟۔ ماحولیاتی تنقید کا سب سے بڑا محرک فطرت کو لاحق خطرات ہیں۔ "یہ انسانی ثقافت اور فطرت کے مابین رشتوں کے اس نظام کا مطالعہ کرتی ہے۔ جو کسی ایک کی برتری یا اجارہ داری کے بجائے برابری اور باہمی احترام کے اصول پر قائم ہوتا ہے۔ "ماحولیاتی تنقید کی ترجیحات میں دیسی اور مقامی خصوصیات کو ادب میں تلاش کرنا، ان کو درپیش خطرات کی نشان دہی کرنا اور ان کے حل کی تجاویز پیش کرنا شامل ہے۔

اردو میں اس تنقیدی نظریے کو متعارف کروانے اور اس کے بنیاد گزاروں میں ڈاکٹر اورنگزیب نیازی کا نام سرفہرست ہے۔ زیر نظر مقالے میں ان کی آنے والی نئی کتاب اردو ادب : ماحولیاتی تناظر کا نہ صرف مجموعی جائزہ لیا گیا ہے بلکہ خصوصی طور پر راعیانیت، ماحولیاتی مزاحمت، تانیثی ماحولیات اور ماحولیاتی نو آبادیت کے نظریات کی ابتدائی سطح پر وضاحت بھی کی گئی ہے۔ جو ماحولیاتی تنقید کے ہی ستون ہیں۔ جنھیں اردو میں اگرچہ سرسری انداز سے چند تعریفوں کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے لیکن باقاعدہ طور پر ان کے اظہاریے کو مکمل پس منظر اور مثالوں کے ساتھ اس کتاب میں متعارف کروایا گیا ہے۔

ڈاکٹر اورنگزیب نیازی کا شمار دور جدید کے ان ناقدین میں ہوتا ہے جن کے ہاں تنقید کے نئے زاویے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ پاکستان میں اردو تنقید پر ان کی کتاب کے دو ایڈیشن ادبی دنیا میں اپنا آپ منوا چکے ہیں۔ گذشتہ کچھ عرصے سے ماحولیاتی تنقید کے موضوع پر ان کی دلچسپی اس قدر بڑھ

چکی ہے کہ اس ضمن میں ان کا باقاعدہ کام بیشتر مقالات اور دو جاندار کتب کی صورت میں منظر عام پر آ چکا ہے۔ کسی ادبی و تنقیدی نظریے کو قائم کرنے میں کتب ہی کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ ہمیں یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ ڈاکٹر اورنگزیب نیازی کی دونوں کتابیں اردو میں اس نظریے کو قائم کرنے کی پہلی بنیاد ہیں۔ جن میں سے ایک 2019ء میں ماحولیاتی تنقید : نظریہ اور عمل کے عنوان سے منظر عام پر ترجمے کی شکل میں آئی اور ادبی حلقوں میں اس موضوع کی بنیاد گردانی گئی۔ اس موضوع پر ان کی دوسری کتاب اردو ادب: ماحولیاتی تناظر ہے۔ جو اردو ادب میں اس تنقیدی نظریے کا عملی مقدمہ پیش کرتی ہے۔ ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی اس کتاب میں عالمی ادب سے اردو ادب تک' ان تمام مباحث کو انتہائی تفصیل کے ساتھ زیر بحث لائے ہیں جنھوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ تخلیق کار کو متاثر کیا ہے۔ ذیل میں ان کی کتاب کے مندرجات کا بالترتیب جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو اردو میں اس نئے تنقیدی ڈسپلن کو مع مثالوں کے متعارف کرواتا ہے۔ جس میں تنقید سے تخلیق تک مختلف اصناف کی شکل میں پھیلے ہوئے ادبی منظر نامے کو موضوع بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سات مضامین پر مشتمل ہے۔ جن کے عنوانات میں

- ماحولیاتی تنقید: پس منظر آغاز و امتیازات (مقدمہ)
- اردو ادب میں فطرت کے تصورات
- اردو شاعری: فطرت، مقامیت اور ماحولیات
  الف: کلاسیکی غزل سے جدید اردو نظم تک
  ب: راعیانیت (Pastoralism)
  ج: ماحولیاتی مزاحمت
- ادب کی ماحولیاتی شعریات اور اردو افسانہ
- مرگِ آب کی کہانی: اردو کے چار ناول
- تانیثی ماحولیات: اردو کے تناظر میں
- صبح کاذب کی ہوا اور ہندوستانی ماحولیات (ماحولیاتی نو آبادیت)

شامل ہیں۔ "ماحولیاتی تنقید: پس منظر، آغاز و امتیازات (مقدمہ)" کتاب کا پہلا وضاحتی مضمون ہے۔ مغربی ادب میں اس نظریے کے آغاز اور اس کی ابتدا سے متعلق یہ ایک مفصل تعارف ہے۔ مغربی ادب میں اس نظریے نے اس وقت سر اٹھانا شروع کیا جب بشر مرکزیت کی اصطلاح کو للکارا گیا کہ صرف انسان ہی اس دنیا کا مرکز نہیں ہے۔ جس نے خود کو برتری کے زعم میں مبتلا کرتے ہوئے فطرت کو اپنے زیر کر رکھا ہے۔ اس پر مزید بات کرنے سے پہلے اس اصطلاح کی وضاحت کرنا ضروری ہے جس نے اس نظریے کو جنم دینے میں بنیاد فراہم کی۔ اردو میں اس متعلق ڈاکٹر اورنگزیب نیازی نے اپنی پہلی ترجمہ شدہ کتاب ماحولیاتی تنقید :نظریہ و عمل میں اسے بڑے وضاحتی انداز میں اسے بیان کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ بشر مرکزیت یعنی (Anthropocentrism) کی اصطلاح 1860ء میں مکمل وضاحت کے ساتھ سامنے آئی جب ڈارون کے نظریہ ارتقا پر مباحث نے جنم لیا۔ اس تصور کی بنیاد یہ ہے کہ انسان اس کائنات کا مرکز ہے اور اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ وہ فطرت کا غلام نہیں ہے۔ یہی وہ نکتہ تھا جسے ماحولیات کے ماہرین نے چیلنج کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہی وہ تصور ہے جس نے ماحولیاتی مسائل کو جنم دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس نظریے کی ضد میں انھوں نے ایک اور اصطلاح متعارف کروائی جسے کچھ ناقدین حیات مرکزیت کہتے ہیں اور کچھ کے نزدیک یہ ماحول مرکز یا ارض مرکز کہلاتی ہے۔ انگریزی میں اسے (Eco-centric/ Biocentrism) کہا جاتا ہے۔ اس تصور کے مطابق کائنات کی تمام مخلوقات برابر ہیں۔ انسان بھی دیگر

انواع کی طرح ایک نوع کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ تصور انسان اور فطرت کے تعلق پر زور دیتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور انھیں جدا نہیں کیا سکتا ہے۔(1)

ماحولیاتی ادبی تنقید کی اصطلاح کو سب سے پہلے اس میدان میں ولیم روکریٹ (1926ء۔2006ءWilliam rueckert)نے اپنے مضمون"literature and ecology an experiment in ecocriticism"میں بیان کیا۔دوسری طرف اس اصطلاح کے استعمال میں ایک امریکی نقاد کارل کروبر(1926Karl Kroeberء۔2009ء)کا نام بھی لیا جاتا ہے۔جن کا مضمون 1974ء میں شائع ہوا تھا۔ولیم کا نظریہ یہ ہے کہ ادب اور زبان تخلیقی توانائی کو محفوظ کرنے کے بہترین ذرائع ہیں۔ادب کے ذریعے پیغام رسانی اور معنی کی ترسیل ہر زمانے میں ہے اور نئے آنے والے زمانوں تک ان کی منتقلی جاری رہے گی۔ان کے خیالات ماحولیات کے سائنسی تصورات اور ادبی تخلیقی تجربے کے مابین مطابقت پیدا کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے تاہم یہ صرف ادب اور ماحولیات کے رشتوں کی وضاحت کرتی ہے اس لیے محدود محسوس ہوتی ہے۔وین ڈیل ہیرس (1957Wendell Harrisonء۔پ)نے اپنے مضمون میں ادب اور طبعی دنیا کے تمام ممکنہ رشتوں کو اس تعریف میں شامل کرکے ماحولیاتی تنقید کے کردار کو مزید وسعت دی ہے۔ماحولیاتی تنقید کے ساتھ چلنے والے دیگر تنقیدی نظریات کو دیکھا جائے تو اس میں بشر مرکزی فکر زیادہ دیکھنے کو ملتی ہے۔جس میں انسان کے حسی، نفسی اور لسانی تجربوں کو شامل مطالعہ رکھا جاتا ہے۔جو انسان کی فطری دنیا اور ثقافت سے علیحدگی کو بھی واضح کرتا ہے۔مصنف نے ماحولیاتی تنقید کی دو لہروں کے ادوار کو بھی اس کے بنیاد گزاروں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ماحولیاتی تنقید کو ایک مستحکم دبستان کے طور پر مان لیا گیا لیکن اسے اپنی اہمیت منوانے میں تیس سال کا عرصہ لگ گیا۔جب کہ اس کے ساتھ سر اٹھانے والے دیگر تنقیدی نظریات قبول عام کا درجہ اختیار کر چکے تھے۔ماحولیاتی تنقید کو درپیش مسائل میں سے ایک بڑا مسلہ ہم عصر ناقدین کے تنقیدی نظریات بھی تھے۔جس میں بنیادی نظریہ لسانی ادبی تھیوری کا تھا۔اگرچہ اس نے ایک راہ فراہم کی لیکن ماحولیاتی تنقید میں دنیا کو کس نظر سے دیکھا جارہا اور کس طرح دیکھا جانا چاہیے یہ سمجھنے اور اس کا دوبارہ مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دی گئی جو اس نظریے کو سمجھنے اور اس کے ہم عصر تنقیدی نظریات کے مابین مخالفانہ رویے کی وجہ بنی رہی۔ماحولیاتی تنقید انسان کے تخلیقی تجربے کو فطری اور متن کو فطری تشکیل قرار دینے کا مطالبہ کرتی ہے۔ادب اور فطری دنیا کے مابین رشتوں کے مطالعے سے ان کے معانی تک رسائی کی کوشش کرتی ہے جس کا منبع فطرت ہے۔جیسے معاصر تنقیدی نظریات میں تاریخی، سماجی، نفسیاتی، ثقافتی اور لسانی مطالعات شامل ہیں ایسے ہی ماحولیاتی تنقید میں فطرت، زمین اور ماحول کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ماحولیاتی تنقید کا بنیادی مرکز خارجی مظاہر ہیں۔یہ خاص طور پر فطرت نگاری، منظر نگاری، بن نگاری اور گلہ بانی کو مرکز بناتی ہے۔

ماحولیاتی تنقید نے انگریزی ادب میں خاص طور پر امریکہ کے قدیم ادب کی راعیانہ ادبی روایت پر خصوصی توجہ دی۔جس میں دریاؤں، چراگاہوں اور دیہی زندگی کی تصویر کو اجاگر کیا گیا۔اسے وسیع تر معنوں میں دیکھنے کی ضرورت ہے جس میں تاریخی اور ثقافتی مطالعات میں خاص طور پر مابعد نوآبادیاتی تناظر کو بھی مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔امریکا میں جنم لینے والی اس تحریک نے برطانوی ناقدین کو بھی اپنی جانب متوجہ کروایا اور آج اس کا دائرہ دیگر زبانوں میں بھی وسیع ہورہا ہے اور اس کے زیر اثر کئی مطالعات کیے جارہے ہیں۔

"اردو ادب میں فطرت کے تصورات"کے عنوان پر مشتمل دوسرا مضمون اس نئے تنقیدی نظریے کی اردو ادب میں وہ بنیاد ہے جو مغربی ادب سے پہلے ہماری تحریروں خصوصاً تنقید کا حصہ تھی۔جسے مصنف نے استدلالی پیرائیہ اختیار کرتے ہوئے حاشیے پر لانے کی کامیاب سعی کی ہے۔

اردو میں فطرت کے تصورات پر بحث تو کئی دہائیوں سے جاری ہے لیکن اس پر از سر نو توجہ دینے کا چلن ماحولیاتی تنقید نے پیدا کیا ہے۔ ان نظریات اور تصورات کو دوبارہ سے حاشیے پر لانے سے اس فرق کو واضح کیا جا سکا ہے جو فطری اور ماحولیاتی مطالعات کے درمیان کی لکیر کو واضح کرتے ہیں۔ اس مضمون کا مجموعی جائزہ یہ مقدمہ ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ تنقیدی دنیا میں سر سید، حالی اور آزاد کے فطرت سے متعلق نظریات ان کے مضامین اور کتابوں کے اقتباسات کی شکل میں کیسے ادبی منظر نامے میں زیر بحث رہے اور ان کے درمیان کا فرق کیا ہے۔ دوسری جانب جو نکتہ قابل غور ہے اور جس کی طرف ہمارے اردو کے تنقیدی اذہان کو توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ سر سید، حالی اور آزاد کے تصور فطرت کے پس منظر میں نو آبادکار کے عزائم واضح بیانیے کی شکل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں ایک وضاحت یہ دیکھنے کو ملتی ہے جسے مصنف نے ایک نئے اضافے کے طور پر بیان کیا ہے کہ ادب کی تفہیم میں فطرت کے علم کو ایک حربے (Tool) کے طور پر استعمال کرنے کا آغاز امداد امام اثر کے ہاں ملتا ہے۔ ان کی تنقید اردو میں فطرت / ماحول اساس مطالعات کی بنیاد گردانی جا سکتی ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

> یہ امر حیران کن ہے کہ تقریباً سوا سو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اثر کے جداگانہ تنقیدی منہاج پر اردو میں باقاعدہ تنقیدی ڈسکورس کا آغاز نہیں ہو سکا۔ اس کا بڑا سبب شاید یہ تھا کہ دنیا کے بیشتر علوم اور بڑی زبانوں کے ادب کی طرح اردو کا طرز فکر بھی شروع سے انسان پسندانہ رہا ہے جو صرف انسان کے سماجی، مذہبی اور نفسیاتی معاملات کو مرکز مطالعہ بناتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اردو میں تنقید کا آغاز کلونیل عہد میں ہوا اور فطرت کی تسخیر کلونیل تصور کے بنیادی مقاصد میں شامل ہوتی ہے یعنی فطرت انسانی علوم کا ثانوی موضوع رہتا ہے۔ کاشف الحقائق کی اشاعت کے بعد اگلی ایک صدی میں رومانی، مارکسی، نفسیاتی، ساختیاتی، تانیثی اور مابعد نو آبادیاتی تنقید کے نام سے جتنے بھی مکاتب فکر سامنے آئے، ان کا تعلق انسانی تجربات سے تھا چناں چہ اثر کا تصور فطرت اور ماحول اساس تنقیدی منہاج اردو میں زیادہ توجہ حاصل نہ کر سکا۔[2]

اگلی وضاحتوں میں حسن عسکری کے تصور فطرت کو دیکھا جائے تو وہ ایک واضح بیانیے کو سامنے لاتا ہے جس میں وہ انسان اور فطرت کی ہم رشتگی کے قائل دکھائی دیتے ہیں۔ بقول مصنف امداد امام اثر نے اردو میں جن فطرت اساس مطالعات کا آغاز کیا تھا، عسکری نے انھیں وسعت آشنا کیا۔ اگر وہ اس موضوع پر کچھ نظریہ سازی کر لیتے تو یقیناً اردو میں (مغرب سے پہلے) ایک نئے دبستان کے بنیاد گزار ہوتے اور اردو کا تنقیدی سرمایہ زیادہ ثروت مند ہوتا۔ ہمارے تنقیدی ادبی منظر نامے میں یہ نیا تحقیقی اضافہ جو مصنف نے کیا ہے ان پانیوں میں وہ پہلا پتھر ہے جو سر سید، حالی اور آزاد سے آگے کسی کے تصور فطرت کی کشتی میں سوار ہونا پسند نہیں کرتے۔ قوی امید ہے یہ پتھر ان کشتیوں کو ہچکولے کھانے پر مجبور کر دے گا۔ اردو میں ماحولیاتی تنقید کے میدان میں یہ ایک خوش آئند اضافہ ہے کہ ہمارے ہاں ان ناموں جو سلیم احمد، انتظار حسین، وزیر آغا، گوپی چند نارنگ اور ناصر عباس نیر وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں کو ان کے کاموں کے حوالے دے کر سامنے لایا گیا ہے۔ جو اس نئے تنقیدی نظریے کو اردو میں وہ ماحولیاتی بنیاد فراہم کرتے ہیں جو اس کی اپنی ہیں نہ کہ کسی مغربی نظریے سے مستعار شدہ۔

"اردو شاعری: فطرت، مقامیت اور ماحولیات" تین ذیلی عنوانات پر مشتمل مضمون ہے۔ جس میں کلاسیکی غزل، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ سے لے کر نظم کے بدلتے موضوعات، ان کا فطرت سے تعلق، اس کی مختلف نوعیتیں اور انسانی دنیا میں ان کے دخل و اہمیت کو بالترتیب شعری مثالوں کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں ان شعری مثالوں کے عنوان یا شعرا کے نام گنوانا مقصود نہیں ہے۔ یہ وہی شعری روایت ہے جو ہمارے ادبی منظر نامے پر ہر عہد کے بدلتے تنقیدی مباحث کے ساتھ موجود ہے۔ یہاں اس کا خاصا یہ ہے کہ اس کی تفہیم کا ایک نیا پہلو ماحولیاتی تنقید کے پس منظر میں تلاشا گیا ہے۔ جو بات قابل ذکر اور قابل توجہ ہے وہ "راعیانیت" کے حصے کی ہے۔ جو کوئی صنف یا ہیئت نہیں بلکہ ایک ادبی اظہار ہے جو مقامیت، دہقانی، دیہی

اور مقاماتی ادب کی تمام صورتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کا اظہار یہ نثر اور شاعری دونوں صورتوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کی مثالیں نظمیہ حصے میں زیادہ دیکھنے کو ملتی ہیں۔ راعیانہ ادب یا اظہاریہ دیہات کی سادہ اور اصل فطری دنیا سے جڑت کو پیش کرتا ہے۔ اس کا ثقافتی تناظر انسان پسند شہریت کے مقابل ایک خالص فطری دنیا کے اظہار کو بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مغربی ادب میں اس کی ایک طویل روایت کو دیکھا جاسکتا ہے۔ یونانی، اطالوی اور رومن زبانوں کے ادب میں ہیسڈ، ہوریس اور ورجل کے ہاں اس کے آثار تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ انگریزی میں راعیانیت کا باقاعدہ آغاز الیگزینڈر بارکلے کی کتاب (eclogues-1515ء) سے ہوتا ہے۔ بقول مصنف اردو میں راعیانیت کی باقاعدہ روایت کا سراغ لگانا مشکل ہے۔ اس تلاش میں ہمارا سامنا مختلف ادوار میں منتشر تخلیقی فن پاروں سے ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں:

> اردو میں راعیانیت کی مربوط روایت کی عدم موجودگی کا بڑا سبب شاید ہندوستان کی تہذیبی صورت حال ہے۔ اردو ادب ابتدا سے ہی تاریخی، سیاسی اور معاشی بحرانوں سے نبرد آزما رہا ہے۔ یہ صورت حال صرف اردو کو درپیش نہیں رہی، دنیا کی بیشتر زبانوں کے ادب میں دکھائی دیتی ہے۔ فطرت کے حسن سے براہ راست جمالیاتی مسرت اور حظ کشید کرنے کے لیے جس فراغت اور سکون کی ضرورت ہوتی ہے وہ کسی دور میں بھی اردو کے ادیب کو اپنی کامل صورت میں میسر نہیں آیا۔(3)

اردو شاعری میں راعیانیت کا کامل اظہار پہلی بار مجید امجد کے ہاں ملتا ہے۔ اختر الایمان، شیر افضل جعفری، وزیر آغا، یامین اور نصیر احمد ناصر کے ہاں اس کے اظہاریے کی مثالوں کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں "اس قبیل کی وہ تمام نظمیں جو راعیانہ زندگی اور ثقافت کی ترجمان ہیں، ان کی تہہ میں حُزن کی ایک لہر مستقل موجود رہتی ہے۔" غالباً پہلی بار مصنف نے ایک مکمل تعارف اور مثالوں کے ساتھ اس روایت میں شامل کیا ہے۔

راعیانیت کے موضوع کی طرح "ماحولیاتی مزاحمت" بھی ایک نئے چلن کے طور پر ادبی منظرنامے پر دکھائی دی ہے۔ اس تنقیدی اصطلاح کا استعمال نہ صرف اردو میں غیر معروف اور اجنبی ہے بلکہ نصف صدی پہلے تک مغربی ادب میں بھی اس کی مثالیں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ماحولیاتی مزاحمت انسانی جبر کے خلاف انسان کی مزاحمت ہے۔ اس کی پہلی لہر بشر مرکزیت کے نتیجے میں انسانی دنیا سے فطرت کی بے دخلی کے خلاف آواز بلند کرتی ہے۔ ماحولیاتی مزاحمت کی دوسری لہر کا آغاز انیس سو باسٹھ میں رچل کیرسن کی کتاب (Silent Spring) سے ہوا۔ یہ کتاب ماحولیاتی مزاحمت کے سیاسی رخ کو سامنے لاتی ہے جو بعد میں ماحولیاتی بحران کا سبب بننے والے سرمایہ درانہ نظام اور ٹیکنالوجی کے خلاف مختلف تحریکوں کی صورت میں سامنے آئیں۔ رچل کی یہ کتاب فلسفہ ماحولیات اور ماحولیاتی تنقید کے نظریے کو تقویت دینے کی بنیاد بننے کے ساتھ ساتھ دیگر ماحول دوست تحریکوں کو متحرک کرنے کا باعث بنی۔ ان میں (چپکو تحریک، گرین بیلٹ تحریک، نودانیہ تحریک، فری گین ازم تحریک وغیرہ) جیسی دیگر تحریکیں بھی منظر عام پر آئیں جو ماحول دوست نظریے کی عملی مثالیں بن کر تاریخ میں امر ٹھہرائی گئیں۔ مجموعی حوالے سے دیکھا جائے تو ماحولیاتی مزاحمت کی پہلی لہر فکری جب کہ دوسری تخلیقی ردعمل کے علاوہ عملی احتجاج کو بھی اہمیت دیتی ہے۔ مصنف نے اس مزاحمت کی ذیل میں جو شعری مثالیں متن کا حصہ بنائی ہیں ان کی وضاحت ماحولیاتی مزاحمت کے نظریے کی اردو میں پورے پس منظر کے ساتھ تفہیم پیش کرتی ہیں۔

"ادب کی ماحولیاتی شعریات اور اردو افسانہ" یہ حصہ ادب کی ماحولیاتی شعریات کے بنیادی مقدمات کو سمجھنے کی ایک کامیاب کاوش ہے۔ ادبی متون میں اس ماحولیاتی فلسفے کی تلاش تب ہی ممکن بنائی جاسکتی ہے جب اس کے بنیادی نظریات، قوانین یا مقدمات سے مکمل تعارف یا سمجھ بوجھ پیدا کر لی جائے۔ مصنف نے ایک واضح پیرائیہ اختیار کرتے ہوئے جہاں امریکی ماہر ماحولیات کے حوالے اور ان کے نظریات و قوانین بیان کیے ہیں وہیں ان کی روشنی میں اردو کے افسانوں کی ماحولیاتی شعریات کو واضح افسانوی اقتباسات کی مثالیں دے کر بیان کیا ہے۔ جو نہ صرف ان کا ماحولیاتی پس منظر بیان

کرتی ہیں بلکہ ماحولیاتی تنقید کے فلسفے اور اس کے بنیادی نظریات کی بھی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس مضمون میں ماحولیاتی شعریات کو تین زاویوں سے پیش کرتے ہوئے اس کی ذیل میں متعلقہ مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں جو بالترتیب دیہی پیشکش، بے زبانوں کی کہانیوں اور سائنسی زاویوں سے جڑی ہیں۔ دیہی پیشکش سے جڑے پہلے زاویے کا نچوڑ نکالا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ افسانہ جو کامل سماج کی ترجمانی کرتا تھا۔ جس میں انسان کے ساتھ فطرت، ماحول اور حیاتیاتی مقامیت کی برابر شراکت رہی ہے۔ جدید عہد میں یہ تہذیبی سالمیت برقرار نہیں رہی اور افسانہ اس سے دور ہو رہا ہے۔ جن افسانوں کو شامل مضمون کرتے ہوئے ان کا تجزیہ کیا ہے ان میں "گوری ہو گوری" (سیّد رفیق حسین)، "کلوا" (سیّد رفیق حسین)، "آئینہ حیرت" (سیّد رفیق حسین)، "درخت باتیں ہی نہیں کرتے" (ناصر عباس نیّر)، "آخ تھو" (غیاث احمد گدی)، "سمندر کی چوری" (آصف فرخی)، "گائے" (انور سجاد)، "کتا گاڑی" (صدیق عالم)، "چوہے" (احمد جاوید)، "فتو بھوکا ہے" (دیوندر ستھیارتھی)، "درخت آدمی" (محمد منشایاد) اور "دو بیل" (پریم چند) وغیرہ جیسے مزید کئی افسانے اس تنقیدی نظریے کی روشنی میں اردو افسانے کی نئی تفہیم کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ماحولیاتی شعریات کے تیسرے نمایاں سائنسی زاویے کی ذیل میں جن افسانوں کی مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں "ستلج پھر بپھرا" (دیوندر ستھیارتھی)، "ہیروشیما سے پہلے، ہیروشیما کے بعد" (احمد ندیم قاسمی)، "پاگل خانہ" (خلیل جبران)، "مورنامہ" (انتظار حسین)، "پولی تھین" (محمد منشایاد)، "زمین کا نوحہ" (حسن منظر) وغیرہ شامل ہیں۔ "پولی تھین" اور "زمین کا نوحہ" ایسے افسانے ہیں جو آج کے انسان کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ اس بات پر غور و فکر کی ضرورت ہے کہ انسان خلا و کائنات کو مسخر کرے گا اور اسے مسخ و تباہ کرتے گا تو کیسے اپنا وجود برقرار رکھ پائے گا۔

اردو میں تانیثی مطالعات کی تاریخ اتنی پرانی نہیں ہے۔ ادب میں اس کی تین لہریں اپنا آپ منوا چکی ہیں۔ تانیثیت کی چوتھی لہر کی گونج بھی "سفید تانیثیت" کی شکل میں سنائی دے رہی ہے۔ یہاں اس بحث میں جو بات قابل غور ہے جس کی طرف ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے اپنے مضمون "تانیثیت کی چوتھی لہر" میں متوجہ کروایا ہے وہ یہ ہے کہ اردو میں تانیثیت کی صورت حال پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ لکھتے ہیں:

> اردو میں تانیثیت ایک تانیثی نقاد کی راہ دیکھ رہی ہے۔ ایک ایسی نقاد جو اردو کی تانیثیت کو مربوط انداز میں، اردو ادب کی مجموعی روایت کے تناظر میں پیش کر سکے، جو تانیثی موضوع کے ساتھ ساتھ اس کی جمالیات کو بھی مرتب کرے۔ وہ اس سوال کو بھی پیش نظر رکھے کہ کیا تانیثی جمالیات ممکن ہے؟ کیا عورت اپنی ہستی کا اظہار، ایک نئی زبان اور نئے اسلوب میں کرتی ہے، جو پدر سری جمالیات کو چیلنج بھی کرے اور ایک نئی قسم کی جمالیات کو مرتب بھی کرے۔ اردو کی تانیثی تنقید کو نسائیت (femininity) اور تانیثیت (feminism) میں فرق کرنے کی اشد ضرورت ہے۔۔۔۔[4]

جہاں ایک طرف تانیثیت اور تانیثی تنقید کے مباحث پر غور کرنے کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے وہیں اس میدان میں تانیثی ماحولیات کے عنوان سے ایک نیا اضافہ زیر بحث آ چکا ہے۔ اس موضوع پر ابتدائی سطح پر نسترن احسن فتیحی کی کتاب ایکو فیمنزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ [5] ایک تعارفیہ پیش کرتا ہے۔ جس میں افسانوں کی ذیل میں عورت صرف اپنے وجود کے ساتھ ہی نہیں بلکہ پورے ماحول اور ثقافت سے جڑی دکھائی دیتی ہے۔ مصنفہ کے نزدیک یہ نظریہ حقوق نسواں کے مختلف شعبوں مثلاً خواتین کی صحت، ماحولیاتی تحریکات اور جانوروں کی آزادی جیسی تحریکوں سے نمو پذیر ہوا ہے۔ (یہاں ہم چپکو تحریک کا حوالہ بھی اس نظریے کی ذیل میں پیش کر سکتے ہیں۔)

زیر بحث کتاب کا چھٹا باب "تانیثی ماحولیات: اردو کے تناظر میں" اردو میں پہلی مرتبہ اس فکر کو مختلف حوالوں کے ساتھ واضح کرتا ہے۔ جس میں مصنف نے عورت اور فطرت کے مابین تاریخی پس منظر کو موضوع بناتے ہوئے اسے عہد جدید کی تانیثیت کے ضمن میں دیکھا ہے۔ جو اس بات کی متقاضی ہے کہ زمین کے مادرانہ کردار کو پھر سے حاشیے پر لانے کی ضرورت ہے۔

زمین کے انسانی زندگی میں جداگانہ کردار کی وجہ سے قدیم ادوار میں اسے مقدس گردانا جاتا تھا۔"دھرتی ماں" سے "دیوی ماں" تک کا سفر طے کرنی والی یہ سرزمین کئی ناموں سے جانی جانے لگی اور ایک مذہبی پس منظر سے جڑ گئی۔ اننا، شالا، دُرگا، سرسوتی، سائی بیلی، زہرہ، مشتری، آئسس وغیرہ اسی کے مختلف نام ہیں۔ اس زمین پر رہنے والوں کے لیے اس کوکھ کا کردار ادا کرتی دکھائی گئی ہے جو اپنی اولاد کے لیے کچھ بھی کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔"ماحولیاتی تانیثیت دعوا کرتی ہے کہ مرد / انسان کو ثقافت و استدلال اور زمین / عورت کو جذبات سے منسلک کرنا یا زمین کو دھرتی ماں کہنا اور اسے محض افزائش نسل کا ایک ذریعہ متصور کرنا زمین اور عورت دونوں کی توہین ہے۔" عورت اور فطرت ایک دوسرے کی نمائندہ ہیں۔ مصنف لکھتے ہیں زمین ایک لاوارث عورت ہے جو بار بار جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہے، ہر سال بچہ پیدا کرتی ہے یا مسلسل ابارشن کے عمل سے گزرتی ہے ۔یہ عورت اب محض ایک کھوکھلا وجود ہے جو مرد کا بوجھ مزید نہیں سہہ سکتی۔ یہاں نسترن احسن فتیحی کے ان الفاظ کو بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں کہ

> ایکو فیمنزم کے سوالات لبرل فیمنزم سے مختلف ہیں کیوں کہ یہاں پر عورت کی بغاوت نہیں بلکہ کھیت اور کھیتوں کی اہمیت اور افادیت کو عورت کی نظر سے دیکھا گیا ہے ایکو فیمنزم انسانی زندگی کی زرخیزی اور سبزہ زاری کو نامیاتی وحدت سے متشکل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس شعور کی رو کے مطابق لالچ افروز متون ثقافتی نصابوں کا حصہ بنتے رہے اور زمین اور عورت سکڑتی چلی گئیں ۔۔۔(6)

ماحولیاتی مفکرین کے نزدیک پدر سری نظام اور ماحولیاتی تباہی میں ایک تاریخی تعلق ہے۔ زراعت میں ٹیکنالوجی کا استعمال وہ پہلا مرحلہ تھا جب عورت کو کھیت سے بے دخل کرنے کا آغاز ہوا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اورنگزیب نیازی لکھتے ہیں:

> تانیثی ماحولیاتی متون کی قرات ایک سے زائد زاویوں کا مطالعہ کرتی ہے۔ اول یہ کہ ان تاریخی تصورات کو نشان زد کیا جائے جن کی بنیاد پر زمین کا نسوانی امیج قائم ہوتا ہے۔ نیز ان معیارات کو مطالعے کا حصہ بنایا جائے جو انسانی سماج میں فطرت اور زمین کی قدر کا تعین کرتے ہیں۔(7)

ایسے مطالعات کی ذیل میں ایک سوال یہ بھی جنم لیتا ہے کہ جہاں انسانی دنیا کی بقا کو زمین کی سلامتی اور انسانیت کی بقا کو عورت کی سلامتی سے جوڑا جاتا ہے تو وہ مائیں جو آزادی کو ترستی ایک دن باغیانہ قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاتی یا کر دی جاتی ہیں۔ ان کی اولاد ماں کے آنچل کے بغیر کتنی کمیوں سے دوچار ہو گی۔ ان کی شخصیت میں کیسا خلا جگہ بنالے گا۔ وہ وقت دور نہیں کہ جب "دھرتی ماں" اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں سے تنگ آکر اپنی اولاد (انسان) سے منہ موڑ کر ایسی کروٹ لے لے کہ ہم پھر سے خود کو پتھر کے زمانے میں کھڑا پائیں۔ وہ وقت ہمارے سروں پر ماحولیاتی بحران کی شکل میں آن کھڑا ہے۔ ایک پانی کے بحران کو ہی دیکھ لیا جائے تو یہ نقصان ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ٹھہرنا چاہیے جس پر ہم نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ جس کی ایک تصویر اس کتاب کے مضمون "مرگ آب کی کہانی: اردو کے چار ناول" کی شکل میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ جہاں اردو کے ناولوں میں چھپی پانی کی کہانی منظر عام پر ایک نیا پس منظر لیے سامنے آتی ہے۔ وہیں اس کا ابتدائیہ پانی کی انسانی زندگی اور کائنات کے وجود میں آنے کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ جسے بالترتیب مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے ہاں پانی کے تصور کی مثالوں کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے کا یہ جملہ کہ پہلے پہل صرف خدا تھا اور پانی تھا (جو عہد نامہ عتیق کی کتاب تکوین کا مذہبی متن ہے) قابل غور ہے کہ کائناتی نظام کا وجود کتنے بڑے قدرتی مظہر کا مرہون منت ہے اور آج انسان نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ یہاں اسماعیل میرٹھی کی مثنوی "آب زلال" کے چند مصرعے اس کی کہانی سنانے کو کافی ہیں:

یہی پہلے زمیں پر موجزن تھا / نہ میدان تھا نہ پربت تھا نہ بن تھا
زمین سب غرق تھی پانی کے اندر / جدھر دیکھو سمندر ہی سمندر
مگر دنیا میں یکسانی کہاں ہے / جواب دیکھو تو وہ پانی کہاں ہے (8)

پانی کے اسی بحران کی کہانی پر مصنف نے مستنصر حسین تارڑ کے ناول "بہاؤ"، آمنہ مفتی کے ناول "پانی مر رہا ہے"، خالد فتح محمد کے ناول "کوہِ گراں" اور خالد جاوید کے ناول "ایک خنجر پانی میں" پر علمی ڈسپلن کے تحت بحث شامل ہے۔ جو اس نتیجے پر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں کہ "پانی کی موت زمین سے زندگی چھین سکتی ہے۔"

" صبح کاذب کی ہوا اور ہندوستانی ماحولیات (ماحولیاتی نو آبادیت)" یہ مضمون اردو کے ادبی منظر نامے پر نہ صرف ایک نئے تنقیدی چلن کو متعارف کرواتا ہے بلکہ ان سوالوں کے جواب بھی دیتا ہے جس پر ہمارے ناقدین یہ سوال کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ دو الگ مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے نظریات نو آبادیات اور ماحولیات کیسے ایک ہو سکتے ہیں ؟ ۔ ماحولیاتی تنقید کا نو آبادیات سے کیا تعلق ہے ؟ ماحولیاتی تنقید کے پس منظر میں نو آبادیات کا کیا کردار ہے ؟ ایسے سوالات کا جواب دیتا یہ مضمون ایک پورا منظر نامہ مثالوں سمیت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہاں ہم ایک اور نکتے کی بھی وضاحت کرتے چلے جائیں جو کتاب کے آغاز سے ہی ہمارے ساتھ ساتھ رہتا ہے ۔ اس کتاب کے ہر مضمون میں ہم دیکھتے ہیں کہ کسی بھی موضوع پر دی جانے والی وضاحت میں اس دور کا ہی ذکر سامنے آتا ہے جو ہماری تاریخ میں نو آبادیاتی عہد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چاہے ماحولیاتی تنقید کی بنیاد فطرت نگاری کی صورت میں دیکھی جائے ، انسان کا زمین سے ٹوٹا ہوا تعلق ہو، علمی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے زمین کی گود کو بانجھ کرنا ہو ، راعیانیت ، ماحولیاتی مزاحمت ، ماحولیاتی شعریات کے زاویے ہوں ، مرگ آب کی کہانی ہو یا تانیثی ماحولیات کے نئے نظریے کی وضاحت ۔ ہر موضوع نو آبادیاتی عہد کے پس منظر کو لیے ہوئے ہے ۔ سیاسی قوتوں کی اجارہ داری جو مغرب میں اس تحریک میں عدم توجہ کا باعث بنی، فطرت نگاری کی تحریک جو اردو میں انجمن پنجاب کے ذریعے شامل ہوئی اس کے پس منظر میں نو آبادکار کے سیاسی عزائم، عہد غلامی میں ہمارے سروں پر ٹیکنالوجی اور صنعتی انقلاب کی شکل میں سجائے گئے سہرے، غیر محسوس طریقے سے اپنی دیہی مقامیت سے دوری، فطرت کی اصل سے ہمارا ٹوٹا تعلق، مشینی تہذیب کی خود مختاری اور سرمایہ درانہ نظام نے ہمیں ایک گھٹن زدہ فضا سے متعارف کروایا جہاں درخت ایندھن میں جھونک دیے گئے۔ سرمائے کی ہوس انسانی زندگیاں نگلنے میں غرق، ایٹمی دھماکوں سے ہونے والا زمین اور اس کی حیاتیات کا نقصان، برطانوی استعمار کا مقامی زرعی روایت کو ٹیکنالوجی فراہم کرکے جدید آب پاشی کا نظام متعارف کروانا، آبی وسائل پر اجارہ داری، قریبی بستیوں کا اجڑ جانا، عورت کو فطرت سے جدا کرنے میں انسانی سماج کی اجارہ دار قوتوں کا کردار اور ایسی کئی مثالیں ہیں جو ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ نو آبادیات تو ان گنت صورتوں میں ہماری زندگی کے ہر شعبے کے نقصان اور تباہی میں رچی بسی بنیاد ہے۔

یہ مضمون نو آبادیات اور تسخیر فطرت کے بیچ کا تاریخی رشتہ واضح کرتا ہے۔ جو صنعتی انقلاب اور جدید تہذیب کے آغاز سے شروع ہوتا ہے ۔ اس رشتے کی وضاحت دیتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

> نو آبادکار اور نو آبادیات کے رشتے کی طرح جدید انسان کا فطرت اور ماحول کے ساتھ رشتہ بھی خالص نو آبادیاتی نوعیت کا ہے۔ انسان کے تیئں اس کے پاس علم، استدلال اور زبان کی طاقت ہے۔ اس کے برعکس فطرت غیر ناطق، غیر متکلم اور معروض ہے۔ انسان

مہذب اور منظم ہے جب کہ فطرت ناتراشیدہ اور وحشی ہے چناں چہ انسان کو فطرت پر حکمرانی کرنے، اس کا استحصال کرنے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔(9)

اس حق کو حاصل کرنے کے لیے انسان نے اپنے علم کی طاقت کا استعمال ٹیکنالوجی اور سائنسی ایجادات کی شکل میں کیا۔ اس کی ایک بڑی مثال ہمارے سامنے ہندوستان میں نوآبادیاتی پراجیکٹ کے آغاز کی شکل میں موجود ہے جو تجارت کی غرض سے اس سرزمین میں داخل ہوئے اور غیر محسوس طریقے سے سرمایہ درانہ ذرائع استعمال کرتے ہوئے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ مصنوعات کی کھپت، خام مال کا حصول منڈیوں کی تلاش اور زرعی اجناس تک لے گیا۔ جس کے لیے دیہی علاقوں تک رسائی حاصل کی گئی، قانونی اور عدالتی نظام رائج کیے گئے۔ ریلوے اور نہری نظام کے بڑے منصوبوں کا قیام جو جنگلاتی لینڈ اسکیپ کے استحصال کا سبب بنا۔ اس پوری حکمت عملی کو مثالوں سمیت اس مضمون میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس مضمون کا یک دم اختتامیہ اپنے اندر ایک تشنگی کا عنصر لیے ہوئے ہے۔

ماحولیاتی تنقید کی ذیل میں کیے جانے والے مطالعات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ایسے متون کا ماحولیاتی تناظر جاننے کے لیے انھیں کسی تاریخی سیاق وسباق آزاد سے کر کے، کسی تحریک کے اثرات سے جھاڑتے ہوتے محض متن کے طور پر لیا جائے۔ ماحولیاتی تنقید کے اٹھائے گئے بنیادی سوالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے جوابات تلاشے جائیں۔ اس کی ایک کامیاب کوشش ڈاکٹر اورنگزیب نیازی کی کتاب "اردو ادب: ماحولیاتی تناظر" کی شکل میں ہمارے سامنے بطور بنیادی حوالے کے موجود ہے۔

حوالہ جات:

1: اورنگزیب نیازی، ماحولیاتی تنقید: نظریہ و عمل منتخب مضامین (لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2019ء)، ص235-237۔

2: اورنگزیب نیازی، اردو ادب: ماحولیاتی تناظر (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2022ء)، ص34-35۔

3: ایضاً، ص114-115۔

4: ناصر عباس نیر، "تانیثیت کی چوتھی لہر"، مشمولہ یہ قصہ کیا ہے معنی کا (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2022ء)، ص59۔

5: نسترن احسن فتیحی، ایکو فیمنزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ (دہلی: عفیف پرنٹرز، 2016ء)، ص15۔

6: ایضاً، ص12۔

7: اورنگزیب نیازی، اردو ادب: ماحولیاتی تناظر، ص224۔

8: اسماعیل میرٹھی، کلیات اسماعیل، مرتب: اسلم سیفی (دہلی: دیال پرنٹنگ پریس، 1939ء)، ص35-36۔

9: اورنگزیب نیازی، اردو ادب: ماحولیاتی تناظر، ص234۔

References:

1. Aurangzeb Niazi, Mahooliyati Tanqeed: Nazariya-o-Amal Muntakhib Mazameen (Lahore: Urdu Science Board, 2019), P.235-237.
2. Aurangzeb Niazi, Urdu Adab: Mahooliyati Tanazur (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2022), P.34-35.
3. Ibid, P.114-115.
4. Nasir Abbas Nayyar, “Taneesiyat Ki Chothi Lehar”, Mashmoola Ye Qissa Kiya Hy Maini Ka (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2022), P.59.
5. Nastran Ahsan Fateehi, Eco-Feminism Aur Asri Taneesi Urdu Afsana (Dehli: Afeef Printers, 2016), P.15.
6. Ibid, P.12.
7. Aurangzeb Niazi, Urdu Adab: Mahooliyati Tanazur, P.224.
8. Ismail Meerthi, Kuliyat Ismail, Muratab: Aslam Saifi (Dehli: Diyal Printing Press, 1939), P.35-36.
9. Aurangzeb Niazi, Urdu Adab: Mahooliyati Tanazur, P.234.